ضعیف روایات پر عمل کا حکم

قسط نمبر ۲

ترجمہ: مولانا محمد ادریس السلفی

محترم قارئین کرام!

اس مضمون کی پہلی قسط اپریل ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں شائع کی جا چکی ہے۔ دوسری قسط بعض وجوہات کی بناء پر مئی کے شمارہ میں شامل نہیں کی جا سکی تھی۔ اب جون کے شمارہ میں شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

اسلام میں ضعیف روایت نہ تو کسی حکم شرعی کی بنیاد بن سکتی ہے اور نہ کسی اخلاقی فضیلت کی اساس، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وان الظن لا یغنی من الحق شئیا"

ترجمہ:۔

اور حق بات کے مقابلہ میں وہم و گماں کچھ بھی کام نہیں آتا۔

احکام کی طرح فضائل بھی دین کی اساس و بنیاد ہیں اور دین کی ان بنیادوں کو گرنے والی کھائی کے کنارہ پر رکھنا قطعاً درست نہ ہو گا۔ لہذا ہم فضائل اعمال میں بھی ضعیف روایت کے قابل حجت ہونے کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ اگرچہ اس میں وہ تمام شروط موجود ہی کیوں نہ ہوں جو متساہلین نے اس بارہ میں ذکر کی ہیں۔

ڈاکٹر صبحی صالح مزید لکھتے ہیں کہ ان شروط کے باوجود ہم ضعیف کو حجت نہیں مانتے کیونکہ ہمارے پاس ان فضائل کو بیان کرنے اور ثابت کرنے کیلئے نعم البدل یعنی صحاح و حسان احادیث الحمد للہ وافر موجود ہیں۔

جواز کے قائلین کی ذکر کردہ شروط کے باوجود ضمیر ضعیف حدیث کے ثبوت پر مائل ہی نہیں ہوتا کیونکہ اگر شروط کے پائے جانے کے ساتھ وہ کسی درجہ تک پہنچ جاتی تو کم از کم ضعیف

کا نام تو اس سے دور ہو جاتا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ ضعیف کے ثبوت اور عدم ثبوت کے بارے میں دل ہمیشہ متذبذب ہی رہتا ہے اور یقینی صورت پیدا ہی نہیں ہوتی جبکہ دین حنیف میں سوائے یقین کے کچھ نفع بخش نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انتھی کلامہ

فضائل میں ضعیف کے قبول ہونے کے بارے میں پیش کیے جانے والے ائمہ کے اقوال اور ان کی حقیقت آپ کے سامنے ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں ضعیف احادیث کے ناقلین پر طویل بحث کے دوران کڑی تنقید کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے! یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ صحیح اور سقیم روایت کی تمیز کرنے والے ثقات رواۃ اور متھمین کی پہچان رکھنے والے پر یہ بات واجب ہے کہ صرف ایسی روایات ہی بیان کرے جن کی اصل و بنیاد صحیح اور رواۃ ثقہ ہوں اور ایسی روایات جن کے حاملین متہم یا معاند و غالی مبتدعہ ہوں ان کی روایات کو کانٹ چھانٹ کر کے علیحدہ کر دے۔ ہماری اس بات کے ضروری، حتمی اور اس کی مخالفت ناجائز ہونے پر قرآن شاہد ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا ------(الایہ)

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔

ارشاد ہے "ممن ترضو ن من الشھداء"

ترجمہ :۔ ان میں سے کہ پسند کرتے ہو تم گواہوں سے۔

فرمان خداوندی ہے "و اشھدوا ذوی عدل منکم" اور گواہ بناؤ اپنوں میں سے دو عادل آدمیوں کو۔

ان آیات سے صاف طور پر یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ فاسق کی خبر ناقابل اعتبار اور ناقابل قبول ہے۔

القاسمی نے اپنی کتاب قواعد التحدیث صفحہ ۱۱۳ پر ان ائمہ فن کے نام ذکر کیے ہیں جو ضعیف

کو احکام و فضائل میں ناقابل اعتبار خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ رقمطراز ہیں کہ ابن سید الناس نے عیون الاثر میں یہ قول یحییٰ بن معین کا ذکر کیا ہے اور یہی خیال فتح المغیث میں ابو بکر بن العربی کی طرف منسوب ہے بعدازاں فرماتے ہیں کہ امام مسلم و بخاری کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے جس کی دلیل امام بخاری کی اپنی صحیح میں شروط ہیں اور امام مسلم کا ضعیف رواۃ کو انتہائی قبیح جاننا اس پر دلالت کرتا ہے۔ مزید برآں کہ دونوں ائمہ نے اس قسم (ضعیف) کو اپنی کتب میں بھی ہرگز ذکر نہیں کیا۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی نظریہ ہے چنانچہ الملل والنحل صفحہ ۸۳ م ۲ پر فرماتے ہیں۔

شرق و غرب والے جسے سب بیان کریں یا ثقہ عن ثقہ آخر تک حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ پہنچ جائے۔ لیکن اگر اثنائے سند کوئی راوی ایسا جس پر جرح، کذب یا غفلت کی بناء پر ہو یا وہ مجہول الحال ہو تو ایسی روایات بعض اہل اسلام قبول کرتے ہیں لیکن ہم اس جیسی روایات سے استنباط کرنے بلکہ ان کی تصدیق کرنے کو بھی حلال خیال نہیں کرتے۔

علامہ البانی حفظہ اللہ تعالیٰ صحیح الجامع الصغیر ۱ / ۵۷ میں حافظ ابن رجب الحنبلی کا یہ قول (شرح ترمذی میں) ذکر کرتے ہیں کہ امام مسلم نے مقدمہ صحیح میں جو نقل فرمایا ہے کہ ترغیب و ترہیب کی روایات صرف انہیں رواۃ سے نقل کی جائیں جن سے احکام کی روایات مروی ہیں"

علامہ البانی حفظہ اللہ تعالیٰ بعدازاں فرماتے ہیں یہی میرا مذہب ہے اسی کی طرف میں لوگوں کو دعوت دیتا ہوں کہ ضعیف روایت پر مطلق عمل نہ کیا جائے، نہ فضائل اعمال میں اور نہ مستحبات وغیرہ میں، کیونکہ میری دانست کے مطابق بلااختلاف تمام علماء کا یہ مذہب ہے کہ ضعیف روایت ظن مرجوح کا فائدہ دیتی ہے اور اگر واقعی ایسا ہے تو ضعیف پر عمل کو جائز کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ متعدد جگہ اپنے کلام مبارک میں اس (ظن مرجوح) کی مذمت فرماتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

ان الظن لا یغنی من الحق شیئا اور فرمایا ان یتبعون الا الظن وہ تو محض وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ایا کم والظن فان الظن

اکذب الحدیث۔ متفق علیہ۔ تم بچو گمان سے کہ گمان جھوٹی ترین بات ہے۔

علامہ موصوف اس کے بعد فرماتے ہیں۔ "ہمارے اختیار کردہ نظریہ کے مخالفین کے پاس کتاب و سنت سے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ مذکورہ کتاب میں انہوں نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

اپنی کتاب صفۃ صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رقمطراز ہیں قال رسول ﷺ اتقوا الحدیث عنی الاما علمتم "تو جب ضعیف اور غیر معروف روایت کے نقل کرنے ہی سے منع فرمایا ہے تو اس پر عمل کرنا بطریق اولی منع ہوگا۔

یہ ہیں چند علماء کرام کے اقوال جو ضعیف روایت کے ناقابل عمل ہونے پر دلالت کرتے ہیں خواہ وہ روایت فضائل میں ہو یا احکام میں۔ لہٰذا مسلمان کو یہی لائق ہے کہ جس حدیث سے استدلال کرنے کا خواہش مند ہے۔ اپنے مسائل کے لئے اسے مرجع قرار دینا چاہتا ہے تو اسکی صحت کا خیال رکھے۔

استاد سعید حوی اپنی کتاب "الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" ۱/ ۴۷ میں لکھتے ہیں حدیث شریف کی صحت اور ثبوت کا یقین کر لینا حدیث کے مضمون پر بحث سے پہلے چاہئے کیونکہ ایک معتد بہ مجموعہ احادیث ایسے ہی آپکی طرف منسوب ہے۔ آئمہ عظام نے احادیث کی صحت و سقم کا تتبع کیا ہے اور صحیح کو غیر صحیح سے تمیز کر دیا ہے لہٰذا "قبل کل شی" اس کی طرف رجوع لازم ہے تاکہ حدیث شریف سے ماخوذ مسائل کی بنیاد درست اور مضبوط ہو۔ اور بحث و تمحیص کا یہ طریقہ ہر اس کلام میں شرط اول ہونا چاہئے جو بھی رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔ انتہی کلامہ۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین حنیف کا دوسرا سرچشمہ ہے لہٰذا مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حدیث کے صحت و ضعف کا انتہائی خیال رکھے اور یہ بات لازم ٹھہرائی کہ صرف درجہ ثبوت تک پہنچنے والی حدیث سے استدلال کرئے خواہ فضائل اعمال کا معاملہ ہو یا احکام کا کیونکہ فضائل بھی اعمال ہی کی طرح اساس دین ہیں اور فقہ میں معروف "اصول فقہ" میں سے ایک ہیں۔

بلاشبہ بدعات و خرافات کی وافر تعداد انہیں ضعیف اور ناقابل عمل احادیث کی مرہون منت ہے بلکہ اگر بحث و تمحیص میں پڑیں اور تلاش بسیار کریں تو ہر بدعت اور رسم و رواج کی بنیاد موضوع یا ضعیف حدیث ہو گی یا بعض لوگوں سے حکایات اور خوابوں کا سہارا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں حق کو حق بنا کر دکھائے اور اس پر عمل کی توفیق سے نوازے وہ اس کا سزاوار ہے۔

وصلی اللہ علی النبی و الہ ۔

بقیہ : استفتاء

تک پہنچ گیا ہے۔ وغیرہ تو یہ ایک زخم متصور ہو گا۔ جسے عربی میں "الجائفتہ" کہتے ہیں اور اس کی دیت بالاتفاق کل دیت کا تیسرا حصہ ہے۔

(۳) سوا کے ذریعہ دل کے قریب زخم جس کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا بھی آپریشن کیا گیا حتی کہ گندا خون نکالنے کے لئے کئی دن پائپ لگا رہا۔ اگر واقعتاً ایسا ہی ہے۔ اور وہ زخمی جلد کے نیچے والے گوشت کو کاٹ کر اندر چلا گیا ہے۔ تو اس کی دیت بھی کل دیت کا تیسرا حصہ ہے۔ اس عتبار سے "الجائفتہ" نوعیت کے دو زخم ہیں جن کی دیت ۳ / ۲ ہے یعنی کل دیت ۱۰۰ اونٹ تقسیم ۳ / ۲ = (۶۶،۶۶) ہیں۔

اور باقی ضربات یا زخموں کا فیصلہ قاضی وقت پر موقوف ہو گا۔

"ملاحظہ" فیصلہ کے لئے ملاحظہ زخم یا ڈاکٹری رپورٹ گواہیاں وغیرہ ضروری ہیں اس لئے یہ کام مفتی کا نہیں بلکہ قاضی کا ہے تحقیق واقعہ اور پھر اس پر فیصلہ نافذ کرنا جج یعنی قاضی کی ذمہ داری ہے۔ ھذا ما عندنا واللہ تعالی اعلم بالصواب